عالمِ عرب کی تباہی کا خوفناک یہودی منصوبہ

گزشتہ شمارہ میں بتایا گیا تھا کہ اسرائیل کا وجود، دراصل خروج دجال کا پیش خیمہ ہے اور یہودی دجال کے ایجنٹ ہیں جس کے لئے وہ اسٹیج تیار کررہے ہیں یعنی انہوں نے فساد انگیزی، فتنہ پروری، قتل و غارتگری، اقتصادی بدحالی، الحاد و بے دینی، تہذیبی تصادم، جنگ و جدال اور کشمکش و پیکار کی ایسی مستقل بنیادیں رکھ دی ہیں، جس کے نتیجہ میں انسانیت مسلسل تباہی و بربادی کی طرف لڑھکتی جا رہی ہے اور جس کا نتیجہ آخرکار یہی نکلے گا کہ دجال اعظم ظاہر ہوکر خدائی کا دعویٰ کرے گا تو سب سے پہلے یہودی ھذا الھکم والہ موسی کا تاریخی جملہ جو ان کے آباؤ واجداد نے کہا تھا' دہرا کراس کے دست و بازو بن جائیں گے اور اس کی قیادت میں تباہ حال دنیا کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی آخری کوشش کریں گے۔ قرآن مجید میں یہود کے دو یا سہ بار فساد فی الارض کی جو پیشینگوئی فرمائی گئی ہے، اس وقت دنیا اس کے دوسرے مرحلے سے گزر رہی ہے۔

اس تحریر میں یہ بتایا جائے گا کہ یہود و نصاریٰ اور ان کے حواری مل کر کس طرح عالم عرب کی بربادی کا بندوبست کررہے ہیں اور (خاکم بدہن) جب یہ تباہ کن مرحلہ مکمل ہوجائے گا تو اس کے بعد دجال ظاہر ہوگا۔ بدیہی بات یہ ہے کہ یہودیوں نے "عظیم تر اسرائیل" کا جو منصوبہ بنا رکھا ہے، وہ عربوں کے کھنڈرات پر ہی مکمل ہوسکتا ہے۔ چنانچہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ کس طرح یہودی امریکہ کے کاندھوں پر چڑھ کر علاقہ کے امن کو تہہ و بالا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ آج عالم عرب کی حالت زار یہ ہے کہ

آگ ہے ابراہیم ہے آتش نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

لیکن امن عالم کے رکھوالوں کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ عالم انسانیت کے امن و استحکام کے لئے عالم عرب کا امن و سلامتی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر عالم عرب کو تباہ کردیا گیا تو خود دنیا تباہ و برباد ہوجائے گی۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری کا معاملہ ہوگا۔ دنیا کو اصل خطرہ سامراجی قوتوں کے ایٹمی اور حیاتیاتی ہتھیاروں سے نہیں، بلکہ اسے اصل خطرہ عالم عرب کی تباہی و بربادی کے منصوبہ سے ہے، جو یہود و نصاریٰ نے تیار کررکھا ہے اور جس میں مشرکین و مرتدین و منافقین بھی اپنے مفادات کی وجہ سے شامل ہوگئے ہیں۔ اس نظریہ کی بنیاد محسن انسانیت، سرورکائنات سید المرسلین ﷺ کا درج ذیل فرمان عالیشان ہے: "عن عائشة قالت دخل عليّ رسول الله ﷺ وهو يقول يا عائشة قومك اسرع امتي بي لحاقًا. قالت فلما جلس قلتُ يا رسولَ الله لقد جعلنيَ الله فداك لقد دخلتَ وانتَ تقولُ كلامًا ذَعَرَني. قال وما هو؟ قلتُ تزعم ان قومك اسرع بي لحاقًا! قال نعم. قلتُ ومم ذاك قال تستخلب المنايا و تنفس عليهم امتهم. فقلت كيف الناس بعد ذلك او عند ذلك؟ قال دبا ياكل اشداء ه ضعافه حتى تقوم عليهم الساعة. وفي رواية قال هم صلب الناس اذا هلكوا هلك الناس" (مجمع الزوائد ص۲۷ - ۲۸ ج۱۰) وعن ابی هريرة قال اقبل سعد الى نبى الله ﷺ فلما رآه قال رسول الله ﷺ ان في وجه سعد لخبرًا. قال قتل كسرىٰ قال يقول رسول الله ﷺ لعن الله كسرىٰ ان اول الناس هلاكا العرب ثم فارس - رواه احمد (ايضا

ص ۲۲۰ ج ۱۰) اس مضمون کی روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے عرب ختم ہوجائیں گے اور عربوں کا من حیث القوم خاتمہ دراصل اقوام عالم کی ہلاکت کا پیش خیمہ ہوگا۔ عربوں کی بربادی کے دو بنیادی اسباب ارشاد فرمائے: اولاً یہ کہ وہ خواہشات کے بندے بن جائیں گے۔ ثانیاً یہ کہ اقوام عالم ان کی دولت کی ریل پیل دیکھ کر ان پر ٹوٹ پڑیں گی۔ نتیجہ یہ بیان فرمایا کہ پھر انسانیت کا حال ٹڈی دَل کے اس غول کا سا ہوگا، جو ابھی پروں کے بغیر (اڑنے کے قابل نہ) ہوں اور ایک دوسرے کو کھا رہے ہوں۔

آج عربوں کی جو حالت زار ہم دیکھ رہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بدقسمت دنیا کی مکمل بربادی کا عمل شروع کیا جاچکا ہے، جس کا پہلا مرحلہ عرب دنیا کی بربادی ہے۔ یہود و نصاریٰ ہر قیمت پر عالم عرب کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے جس طرح بے تاب ہو رہے ہیں، اس کے چرچے ہر جگہ ہورہے ہیں مگر کسی کے اندر یہ استطاعت نہیں کہ اس عالمگیر خطرہ کے آگے بند باندھے جو جنونی مغربی لیڈروں نے یہودیوں کی انگیخت پر شروع کررکھا ہے۔ الٹا ہر قوم بقدر جثہ فساد فی الارض کے اس عمل میں اپنا اپنا حصہ بٹا رہی ہے۔ خود عربوں میں اپنے دفاع کی طاقت نہیں، کیونکہ وہ خواہشات کی زنجیروں میں اسیر ہیں۔ اقتدار کی خواہش، دولت جمع کرنے کا جنون، ''حبال الشیاطین'' یعنی یہود و نصاریٰ کی بے حیا اور بے ایمان عورتوں کے غول گھروں میں جمع کرنے کا شوق، جہاد اور شوق شہادت کی بجائے یہودیوں کی مانند ہزاروں سال جینے کی تمنا، اسلام کی بجائے عرب قومیت کا جنون، نوبت بایں جا رسید کہ دشمن ان کو تہس نہس کرنے کے لئے سیسہ پلائی دیوار بنا ہوا ہے، مگر یہ اپنے قومی وجود کی حفاظت کے لئے بھی متحد ہونے کے لئے تیار نہیں، بلکہ ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں۔ ہر دوسرا تیسرا شخص ابن علقمی بنا ہوا ہے، یعنی آخری عباسی خلیفہ کا آخری وزیر جس نے ایجنٹ بھیج کر ہلاکو کو بغداد پر حملہ کی دعوت دی تھی۔ افسوس صد افسوس! تاریخ آج پھر خود کو دہرارہی ہے۔ مسلمان کہلانے والے اقوام شرک و کفر کو بلا بلاکر اپنے شہروں اور اپنے ملکوں کو برباد کررہے ہیں۔ اپنی نسلوں کا قلع قمع کررہے ہیں۔ اپنے ہی بھائیوں کو قید بھی کرتے ہیں اور قتل بھی کرتے ہیں اور کافروں کے حوالہ بھی کرتے ہیں۔ جاہلیت میں لات و منات کے پجاری بھی خطرہ محسوس کرتے تو باطل معبودوں کو چھوڑکر بارگاہ رب العزت میں فریادیں کرتے تھے، مگر دور حاضر کے مسلمان قومی زندگی کے نازک ترین لمحات میں بھی اسلام کا دامن پکڑنے کے لئے تیار نہیں اور یہی ہمارے تمام تر مصائب کا اصل سبب بھی ہے۔ حضرت موسیٰ سے کسی دانشمند نے پوچھا کہ جب تیر مارنے والا خود خدا ہو اور آسمان کے تمام تارے تیر بن جائیں تو جائے مفر کیا ہوسکتی ہے؟ فرمایا کہ تیر مارنے والے کی طرف لپک! یہی راہ نجات ہے۔ مسلمانوں کے لئے بھی اس وقت صرف یہی راہ نجات ہے کہ وہ اقوام متحدہ اور امریکہ پر بھروسہ کرنے کی بجائے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کریں۔ انسانوں کی بجائے خالق اکبر کا دامن پکڑیں اور آغوش الٰہی میں آجائیں، جس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ اپنی صفوں سے طاغوتی نظام کو ختم کریں اور رحمانی نظام کو نافذ کریں، کیونکہ مسلمانوں کی اولین خصوصیت یہی بیان فرمائی گئی ہے کہ **وقد امروا ان یکفروا بالطاغوت** یعنی طاغوتی طاقتوں سے جان چھڑائیں۔ یہود و نصاریٰ کی غلامی کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم نے اسلام کا دامن چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ: جو قوم اللہ کا عہد توڑے گی، اس پر اس کے دشمن کو مسلط کیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۵۴ ج ۲۰) قرآن مجید نے بھی اسی حقیقت کو بنی اسرائیل کے ضمن میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ بنی اسرائیل نے جو نبیوں کی اولاد تھے، شریعت کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرعونیوں اور دیگر اقوام کفر کے عذاب کا کوڑا برسایا، کیونکہ اللہ کی شریعت کو چھوڑنا اور اس کے احکامات کو توڑنا سب سے بڑا

ظلم ہے اور ظالموں کے بارے میں قدرت کا اصول یہ ہے کہ وکذلک نولی بعض الظالمین بعضا (ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کرتے ہیں تاکہ ان کو ان کے سیاہ کرتوتوں کا مزا چکھائیں) افسوس! مسلمانوں نے قرآن و سنت کی تعلیمات کو پڑھنا ہی چھوڑدیا ہے اس لئے ان کو یہ بھی سجھائی نہیں دے رہا کہ موت و زیست کی کشمکش کے ان لمحات میں اسلام ہمیں کیا رہنمائی دیتا ہے۔ اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

یعنی فرشتے گردوں سے نصرت کو آج بھی اتر سکتے ہیں مگر فضائے بدر بھی تو پیدا ہو۔"اصحاب فیل" کی تاریخ آج بھی دہرائی جاسکتی ہے، مگر کوئی حضرت عبدالمطلب کا کردار بھی تو ادا کرے، جنہوں نے مصیبت کے وقت ہر قسم کے معبودان باطل سے منہ موڑ کر غلاف کعبہ کو لپٹ لپٹ کر اس طرح بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ

لاھم ان العبد یمـــ – نع رحله فامنع حلالک
لا یغلبن صلیبھـم – ومحالھم عدوا محالک
وانصرنا علیٰ آل صلیب – وعابدیه الیوم آلک
(تفسیر سورہ فیل قرطبی وغیرہ)

(اے اللہ! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر۔ تیری تدبیر کے مقابلہ میں صلیبیوں کی تدبیر غالب آنے نہ پائے۔ آج تو صلیبیوں کے مقابلہ میں ہماری نصرت فرما)

غور فرمایئے! آج سے پندرہ سو سال قبل کے حالات اور موجودہ عالمی سیاست میں کس قدر ہم آہنگی اور یکسانیت ہے! وہی صلیبی بھیس بدل بدل کر، نت نئے نعرے لگا لگا کر اسی سرزمین پر جنگ کا جہنم دہکارہے ہیں۔ آیئے پہلے قرآن مجید کے الفاظ میں اس واقعہ کا مطالعہ کریں جو ہمارے لئے بھی ایمان افروز ہے اور صلیبی کافروں کے لئے بھی اس میں سامان عبرت ہے۔ ملاحظہ ہو:

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

(ترجمہ سورہ فیل) اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا؟ کیا ان کی تدبیر کو ناکام نہیں بنایا؟ اور ان پر پرندوں کے غول بھیجے جو ان پر آگ میں پکی ہوئی کنکریاں پھینک رہے تھے، پس ان کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنادیا۔)

یہ "ہاتھی والے" کون تھے؟ یہ یمن پر قابض عیسائیوں کا ساٹھ ستر ہزار کا لشکرجرار تھا، جس میں ہاتھیوں کا دستہ بھی شامل تھا۔ یہ لوگ نکٹہ ابرہہ کی قیادت میں خانہ کعبہ کو ڈھانے کی غرض سے آئے تھے۔ عیسائیوں کی وہ "خفیہ تدبیر" کیا تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ناکام بنایا؟ مفسرین فرماتے ہیں کہ حملہ آوروں کا ظاہری مقصد بیت اللہ شریف کو ڈھانا تھا، مگر ان کا اصل مقصد عربوں کی مرکزیت کو ختم کرنا اور علاقہ کی تجارت پر قبضہ کرنا تھا۔ یاد رہے کہ حبشہ کے عیسائی اپنے زمانے کی زبردست فوجی قوت تھے اور قریبی ممالک کو فتح کرتے ہوئے یمن کے بعد حجاز مقدس پر قابض ہونا چاہتے تھے۔ ایک مصنف لکھتا ہے:

اسلام سے قبل دور جاہلیت میں حبش (Abyssinia) ایک بڑی طاقت تھا۔ وہاں عیسائیت کا بہت زور تھا، یہاں تک کہ یمن بھی ان کے زیر تسلط تھا، جس طرح انگریزوں یا فرانسیسیوں کے ہاتھوں میں ایشیا یا افریقہ کے ممالک تھے۔ مگر بعد میں جوں جوں یمن جیسی کالونیاں اس کے ہاتھوں سے نکلتی گئیں اور یورپی ممالک بحری طاقت اور بارود حاصل کرتے گئے اور افریقہ اور ایشیا کو اپنا مطیع و فرمانبردار بناتے گئے، اسی طرح حبش (Abyssini) بھی غریب سے غریب تر ہوتا گیا۔ الٹا غلاموں کے کاروبار اور قدرتی آفات اور قحط نے اسے تلپٹ کردیا۔ پانچویں، چھٹی صدی میں حبش کا باشندہ جو بڑی بات سمجھا جاتا تھا اور اقوامِ عالم میں اسے پیر و مرشد سمجھا جاتا تھا،

وہ کوئلوں اور بھیڑ بکریوں کی مانند غلاموں کی منڈیوں میں بکنے لگا۔(اے روڈ ٹو مکہ- الطاف شیخ)

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس وقت کی سپر پاور رومی عیسائی سلطنت نے بھی ہاتھی والوں کی مدد کی تھی، تاکہ علاقہ کی تجارتی شاہراہوں پر اس کا قبضہ ہو۔ لیکن قادر مطلق نے جس طرح ان کا بھرکس نکال دیا اور ان کو کھایا ہوا بھس بنادیا، وہ منظر آج بھی دنیا کے سامنے ہے۔ کیونکہ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں حج اور عمرہ کرنے والے انسانوں کا سیلاب اس وادئ محسر سے گزرتا ہے جہاں ستر ہزار صلیبیوں پر بمباری یعنی سنگباری کر کے ان کو جہنم رسید کیا گیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد عیسائیوں کا علاقہ سے اقتدار بالکل ختم ہوگیا اور وہ نشان عبرت بن گئے۔ کیونکہ ظالموں نے خانہ کعبہ کو نہیں، دراصل دنیا کو تباہ و برباد کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، لہذا وہ خود تہس نہس اور نسیاً منسیاً ہوگئے۔ اس لئے کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ قدرت کے نظام میں خانہ کعبہ دراصل عالم انسانیت کی بقا و قوام کا باعث ہے۔ چنانچہ قرآن نے اسے "قیاما للناس" سے تعبیر فرمایا ہے۔ بیت اللہ شریف کس طرح دنیا کا قوام اور اساس ہے؟ عام طور پر اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ پوری دنیا کے لوگ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں یا حج وعمرہ کرنے آتے ہیں، یا اس علاقہ کی تجارت سے وابستہ ہوتے ہیں اس لئے کعبہ شریف دنیا کے لئے قیام و انتظام کی بنیاد ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ توجیہ سطحی ہے کیونکہ اللہ رب الارباب نے یہ نہیں فرمایا کہ "قبـــلة للـمـســلـمین" یعنی بیت اللہ شریف مسلمانوں کے لئے قبلہ یا ان کے قیام و انتظام حیات کا ذریعہ ہے، بلکہ فرمایا یہ جارہا ہے کہ پورے عالم انسانیت کے لئے اس کا وجود ناگزیر ہے، جس کے بغیر یہ کارخانہ ہست و بود چل ہی نہیں سکتا! ہم جانتے ہیں کہ آغاز اسلام سے قبل صدیوں تک بیت اللہ شریف بتوں سے معمور تھا، یہاں تک کہ ابرہ کے حملہ کے ایام میں بھی خانہ خدا میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ مگر اس وقت بھی اس کا وجود عالم انسانیت کے لئے ناگزیر تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت اور تقدس پر آنچ آنے نہیں دی اور اس کے دشمنوں کو پیس کر رکھ دیا۔ اس باب میں دو جہتوں سے بحث کی جاسکتی ہے: اولاً یہ کہ مذہبی اعتبار سے بیت اللہ شریف دنیا کے لئے بنیاد اور قوام ہے۔ یاد رکھئے کہ جب تک کائنات کی فضائے محیط میں صدائے لا الٰہ الا اللہ بلند رہے گی یہ دنیا بھی قائم رہے گی اور جب صدائے لا الٰہ الا اللہ بند ہوجائے گی تو آناً فاناً دنیا بھی فنا کے گھاٹ اتر جائے گی۔ اسی بات کو دنیا کے سب سے بڑے دانا انسان، سب سے بڑے مسیحا حضرت محمد پاک ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ **لا تقــوم الساعة حتی یقال لا الٰہ الا اللہ** (جب تک صدائے لا الٰہ الا اللہ فضا میں بلند ہوگی، اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی) اور ظاہر ہے کہ کرہ ارضی میں صدائے لا الٰہ الا اللہ کا سب سے بڑا مرکز بیت اللہ شریف ہے، بالفاظ دگر صدائے لا الٰہ الا اللہ دنیا کے وجود کے لئے انسانی رگوں میں خون کی مانند ہے اور اس کا قلب یا پمپنگ اسٹیشن کعبۃ اللہ شریف ہے۔ جب تک کعبۃ اللہ شریف دنیا کے نقشہ پر باقی ہے، اقوام عالم کو حیات نو ملتی رہے گی، جس دن اس تسلسل میں خلل اور تعطل واقع ہوگیا وہ دنیا کی بدبختی کا آخری دن ہوگا جیسا کہ مذکورہ بالاحدیث سے ثابت ہوا اور جیسا کہ بخاری حدیث نمبر1596، 1595، 1591 وغیرہ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ: **یخرب الکعبة ذوالسویقتین من الحبشة** یعنی جب دنیا کے چل چلاؤ کا وقت آئے گا تو کعبہ مکرمہ کو چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی بادشاہ ایک ایک اینٹ کر کے منہدم کرے گا، اس کے بعد دنیا کے وجود کا کوئی جواز باقی نہ ہوگا۔

ثانیاً اقتصادی اعتبار سے بھی تمام برکات و خیرات کا مرکز بیت اللہ شریف ہی ہے۔ پہلے یہ نظریہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا تھا مگر تیل کی برآمد کے بعد یہ حقیقت کبریٰ عریاں ہوکر سامنے آگئی ہے۔ غور فرمائیے کہ آج دنیا کی کونسی چیز ہے جو پیٹرول سے حاصل نہیں کی جاسکتی؟ نیز یہ کہ دور جدید کی کونسی قوم ہے جو پیٹرول کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے؟ جواب

صاف ظاہر ہے کہ دور جدید کا انسان تیل کے بغیر جی نہیں سکتا کیونکہ موجودہ تمام معاشی، مادی، تمدنی، تہذیبی اور سائنسی ترقی کا کلیۃً انحصار پیٹرول پر ہے اور قدرت کی شان دیکھئے کہ تیل کے عظیم ترین ذخائر کا مالک اللہ تعالیٰ نے بالخصوص عربوں کو بنایا ہے اور یہ بھی حرم پاک کی بہت بڑی برکت ہے۔ **فلیعبدوا رب هذا البیت الذی اطعمهم من جوع و آمنهم من خوف** میں یہی فلسفہ کارفرما ہے۔ دوسرے الفاظ میں اقوام عالم کی رگِ جان عالم عرب کے قبضہ میں ہے۔ امریکہ جو اس وقت طاقت کے نشہ میں غرا رہا ہے اور کوسِ "لمن الملک الیوم" بجا رہا ہے، اسے بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ ہماری شہ رگ عربوں کے ہاتھ میں ہے جسے وہ کسی بھی وقت کاٹ سکتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ دنیا میں پیٹرول کے تین لامحدود ذخائر ہیں:۱- الربع الخالی، یعنی مراکش (جسے عرب مغرب عربی کہتے ہیں) سے جزیرۃ العرب تک امم ماضیہ، عاد وثمود وسبا وغیرہ کا مسکن و مرزبوم جو عالم عرب کا چوتھا مگر ویران حصہ ہے اسی وجہ سے اسے الربع الخالی کہا جاتا ہے، یہاں پیٹرول کے بڑے محفوظ ذخائر موجود ہیں، جو پوری دنیا کے لئے ایک سو سال تک کافی ہیں۔ اسی وجہ سے مغربی اقوام اس علاقہ کو بھی للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی ہیں۔ یہی وہ پس منظر ہے جس کی بنا پر دو ماہ پہلے اسپین نے مراکش کے اندر داخل ہوکر اس کے علاقہ پر قبضہ کیا تھا۔ ۲- وسطی ایشیا کے ذخائر: پہلے مسلمانوں کے یہ ذخائر سرخ سامراج کے پاس تھے۔ روس کی شکست و ریخت کے بعد امریکیوں نے ان ذخائر پر قبضہ کرنے کی ٹھانی۔ مگر روس نے اپنی پیٹرول لائن استعمال کرنے کی اجازت دینے سے انکار کردیا۔ اس کا متبادل انتظام یہ سوچا گیا کہ پاکستان تک براستہ افغانستان پیٹرول اور گیس لائن بچھادی جائے۔اس پروجیکٹ کی کامیابی کے لئے ضروری تھا کہ افغانستان میں "مستحکم حکومت" قائم ہو، ایسی حکومت جو امریکی مفادات کی نگران ہو، لیکن امریکہ "درد بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کی کیفیت سے دوچار تھا۔ دوسری طرف روس نے دیگر اقوام سے مل کر تیل کی بین الاقوامی منڈیوں پر قبضہ کی کوششیں تیز کردیں۔ ایک طرف اس نے امریکیوں کو اپنی پائپ لائین استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ دوسری جانب ماسکو اور بیجنگ میں ایسی پائپ لائنوں کی تعمیر پر اتفاق ہوگیا جو وسط ایشیا کے تیل کی بین الاقوامی مارکیٹ میں منتقلی کے لئے استعمال کی جائیں۔ علاوہ ازیں رواں موسم گرما میں بحیرہ کیسپئن کے راستہ سے گزرنے والی روسی پائپ لائن کھل گئی، جس سے مغرب کی جانب یورپ کو تیل کی منتقلی شروع ہوگئی۔اس طرح امریکی روٹ کے ساتھ کھلی مسابقت شروع ہوگئی۔ تیل کی یہ پائپ لائن کیسپئن سے ترکی میں جیہان کی بندرگاہ تک جاتی ہے۔ ادھر روس جرمن فرانس نے عراق پر امریکا کی طرف سے مسلط کردہ پچھلی جنگ میں تباہ شدہ آئل تنصیبات کی تعمیرنو میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان خدمات کے صلہ میں عراق نے انہیں "مفت پیٹرول" فراہم کرنا شروع کردیا۔ یہ پالیسی امریکی معیشت کے لئے خطرناک تھی۔ اس کے انسداد کے لئے سب سے پہلے امریکہ افغانستان پر چڑھ دوڑا کیونکہ افغانستان پر براہ راست قبضہ کا مطلب تھا پٹرول اور گیس کی منڈیوں پر بلاشرکت غیرے مکمل قبضہ۔ اس مقصد کے لئے کسی جواز کی ضرورت تھی۔ چنانچہ 11 ستمبر کا ڈرامہ رچاکر یہ جواز تخلیق کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس ڈرامہ کے خالق یہودی تھے۔ کیونکہ یہودیوں کو اس وقت امریکہ پر مکمل ہولڈ ہے اور ان کی پالیسی ہے کہ اقوام عالم کو لڑواکر تباہ کرو، پھر ان پر حکومت کرو۔ ہٹلر نے اقوام عالم کو یہودیوں کی اس شاطرانہ پالیسی سے خبردار کرتے ہوئے اپنی کتاب "میری جدوجہد" میں لکھا ہے کہ "قصہ کوتاہ یہ بین الاقوامی طور پر پاؤں پھیلارہے ہیں۔ ایک ایک کرکے یہ تمام حکومتوں کو ملیامیٹ کرتے جارہے ہیں تاکہ ان کے کھنڈرات پر اپنی یہودی سلطنت تعمیر کریں۔" (ہٹلر بقلم پروفیسر عبدالرحمن) سابق امریکی رہنما اور امریکی صدر جارج واشنگٹن نے اپنی قوم کو یہودیوں کے خطرہ سے ان الفاظ میں آگاہ کیا تھا: "ہماری آزادی کے لئے دشمن کی فوجوں سے

بھی ہزار گنا زیادہ خطرناک یہودی ہیں۔" سب سے بڑھ کر یہ کہ خود اناجیل میں یہودیوں کے بارے میں سیدنا مسیح علیہ السلام کے یہ الفاظ آج بھی ملتے ہیں کہ "یہودی بچھوؤں کی قوم ہے۔" افسوس کہ ناعاقبت اندیش امریکیوں نے یہودیوں کے سازشی کردار سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے ہی مذہبی و سیاسی رہنماؤں کی تنبیہات کی طرف توجہ نہیں دی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت امریکہ مکمل طور یہودیوں کے نرغہ میں ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے "پال فنڈلے" کی کتاب **Who Dares speakout** (بولنے کی جرات کسے ہے؟) کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔امریکی لیڈر کلنٹن نے اسرائیل میں فلسطینی ریاست کی تجویز پیش کی تو اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم نجمن یاہو نے سی این این پر آکر واضح الفاظ میں امریکیوں کو دھمکی دی کہ "اگر امریکی صدر نے اپنا رویہ نہ بدلا تو واشنگٹن کو آگ لگادیں گے۔" اس کا بھرپور مظاہرہ یہودیوں نے 11 ستمبر 2001ء کو کردکھایا یہودی پہلے ہی اپنے نمائندے الگور کی انتخابات میں ناکامی پر بھنے بیٹھے تھے۔ چنانچہ انہوں نے امریکیوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے اپنی طاقت کا مظاہرکیا۔ اوراپنا کوئی نقصان کیے بغیر پینٹا گون پر حملہ کرنے کے ساتھ ساتھ ورلڈسینٹر کی عمارت کو بھی حیرت انگیز طریقہ سے راکھ کا ملبہ بنادیا گیا، جہاں 50ہزار کے قریب لوگ کام کرتے تھے۔ان میں چار ہزار یہودی بھی تھے، مگر ایک بھی یہودی نہیں مرا البتہ دنیا بھر کے ہزاروں انسان لقمہ اجل بن گئے۔ اس حادثہ میں یہودیوں کے ملوث ہونے کے کافی شواہد تھے ،مگرجس ملک کے قائدین یہودیوں کے زرخرید غلام کی حیثیت رکھتے ہوں، ان میں اتنی ہمت کہاں کہ اپنے آقاؤں کے خلاف تحقیق کرسکیں! بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ مجرم یہودیوں ہی کی اشتعال انگیزی پر اس کا نزلہ مسلمانوں پر گرادیا گیا اور الزام لگایا کہ یہ دہشت گردی مسلمانوں نے کی ہے جن کا تعلق اسامہ بن لادن سے ہے اور اسامہ کے سرپرست طالبان ہیں۔اس کے بعد امریکہ افغانستان پر چڑھ دوڑا۔ اس طرح یہودیوں نے ایک تیر سے کئی شکار کیے:۱- عملاً امریکیوں پر دہشت طاری کردی کہ ہم جب چاہیں تمہاری اینٹ سے اینٹ بجاسکتے ہیں۔ ۲- مسلمانوں اور عیسائیوں کو لڑادیا۔ ۳- افغانستان میں قائم اسلامی حکومت کوختم کرادیا۔ ۴- اسلامی جہاد کا راستہ روکا گیا، جو دراصل تمام طاغوتی طاقتوں کے لئے "پروانہ موت" اور اہل اسلام کے لئے حیات نو کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۵- یورپ اور امریکہ میں یہودی اسلحہ ساز کارخانوں کے جو گودام بھرے ہوئے تھے،وہ دھڑا دھڑ بکنا شروع ہوئے اور یہودیوں کی چاندی ہوگئی۔ ۶- اسلامی دنیا کے حکمرانوں کو عملاً وارننگ دی گئی کہ دیکھ لو، سوچ لو ہم کس قدر طاقتور ہیں، امریکہ کا تیاپانچہ کرسکتے ہیں تو تمہاری حیثیت ہی کیا ہے، لہذا چپ چاپ ہمارے صہیونی چارٹر اور ایجنڈے پر چلتے رہو ورنہ تمہیں بھی" فکس اپ" کرسکتے ہیں۔ ۷-عالم عرب کو تہہ وبالا کرنے کی خطرناک پالیسی پر عملدرآمد شروع کرادیا گیا۔ ۸- سب سے بڑھ کر یورپی اور امریکی اقوام کے وجود کو داؤں پر لگادیا۔ کیونکہ جیسا کہ میں آگے ثابت کروں گا کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی اس تباہ کن کشمکش میں آخرکار یورپی اقوام اپنا وجود کھوبیٹھیں گی، ولتعلمن نبأه بعد حين. اتنے خطرناک مقاصد یہودیوں نے اپنی طرف سے ایک پیسہ خرچ کیے بغیر اور پسینہ کا ایک قطرہ بہائے بغیر حاصل کیے، کیا اب بھی کسی کو شک ہوسکتا ہے کہ یہودی سازشی قوم نہیں ہے؟

افغانستان میں امریکہ کی تین ترجیحات تھیں: ۱- "مستحکم حکومت" کا قیام۔مگر مستحکم حکومت تو درکنار، امریکی فوجی اپنی بیرکوں تک میں بھی محفوظ نہیں۔ ۲- سب سے بڑا مقصد یہ بیان کیا گیا تھا کہ اسلامی جہاد کوختم کیا جائے، لیکن جس طرح مجاہدین مسلسل امریکیوں کو لاشوں کے تحفے دے رہے ہیں، اس سے تو حضرت سرور کائنات ﷺ کی بیان کردہ یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ الجهاد ماض الیٰ یوم القیامة-الحدیث (جہاد قیامت تک جاری رہے گا، اسے نہ ظالم کا ظلم و تشدد ختم کرسکتا ہے نہ عادل کا عدل و انصاف اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہاں

تک کہ مجاہدین کا آخری گروہ دجال سے لڑے گا) ۳- وہ اقوام عالم جن کو ڈرا دھمکا کر ''موت کے کنوئے'' میں لایا گیا تھا، ان کو یقین ہوگیا کہ امریکہ صرف تیل اور گیس کے لئے مقدس انسانی خون بہارہا ہے، اس طرح عملاً دنیا کے سامنے امریکیوں کا اصل چہرہ آ گیا اور وہ آہستہ آہستہ اس کا ساتھ چھوڑتے گئے۔ شاید اسی ناکامی کو چھپانے کے لئے امریکی بے تاب ہیں کہ ایکا ایکی عراق پر دھاوا بوکر دنیا پر رعب جمائیں۔ اب جواز یہ تراشا جا رہا ہے کہ ''علاقہ میں ہمارے مفادات کو خطرہ ہے''۔ظاہر ہے کہ علاقہ میں امریکہ کے بڑے مفادات یہ ہوسکتے ہیں:۱- اسرائیل فلسطینی مجاہدین کے شہادتی حملوں سے لرز رہاہے، اسے تحفظ دینا مقصود ہے۔۲- علاقہ میں اسلامی جہاد کا راستہ روکنا مقصود ہے۔ ۳- واحد سپر پاور ہونے کا اعلان اور دنیا میں جنگ کا جہنم دہکانے کی وجہ سے اس کی پیٹرول کی جوع البقر حد سے بڑھ گئی ہے، جو اسے یہاں کھینچ لائی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں تیل کی تھیوری جو مغربی ذرائع ابلاغ شدومد سے پیش کررہے ہیں اتنی اہم نہیں، جتنے دیگر وجوہات اہم ہیں، کیونکہ تیل پر تو یوں بھی امریکا کی اجارہ داری ہے۔34 .1933 سے یعنی جب سے تیل نکلا ہے مغربی قوتیں ہی اس کا استحصال کررہی ہیں۔ عربوں کو ستر کی دہائی کے آغاز تک تیل کی مد میں پھوٹی کوڑی تک نہیں ملتی تھی۔ بقول سعودی فرمانروا ملک عبدالعزیز تیل کی برآمد کے 35 برس بعد تک ہم لوگ روٹی کے ٹکڑے تک محتاج تھے۔ عربوں میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور شاہ فیصل مرحوم نے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کا اعلان کیا تو ان کو قتل کروادیا گیا۔ اسی زمانہ میں امریکی یہودی وزیر خارجہ کسنجر نے قسم کھائی کہ 36ڈالر سے تیل کی قیمت 11ڈالر تک نہ لاؤں تو میرا نام نہیں، چنانچہ اس نے اپنی قسم پوری کی۔ آج تک مالکان کو نہ تیل کی قیمت مقرر کرنے کی اجازت ہے نہ بیچنے کی، مگر جب یہود و نصاریٰ اجازت دیں، جیسا کہ اس حوالہ سے عراق کا معاملہ پوری دنیا جانتی ہے۔ واضح ہو کہ جو ممالک تیل بیچتے ہیں ان کو صرف چار ڈالر فی بیرل کے حساب سے ملتا ہے کیونکہ اٹھارہ ڈالر میں سے تقریباً 14ڈالر اس پر خرچہ آتا ہے جو یہود و نصاریٰ کی جیب میں جاتا ہے۔ جو ''جیب خرچی'' مالکان کو ملتی ہے اس میں بھی کٹوتی ہوتی رہتی ہے، مثلاً ادھار اور مال کے بدلہ میں مال لینے کی شرط پر خریداری، کرایہ کی جنگوں کا تاوان وصول کرنا۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ عراق پرامریکی لشکرکشی کی اصل وجہ صرف تیل کی تحصیل نہیں، بلکہ بنیادی مقصد اسلام اور اسلامی جہاد کی بڑھتی ہوئی لہر کو روکناہے، جس کو امریکہ دہشتگردی قرار دیتا ہے اور جس کا اصل مرکز بقول امریکہ عالم عرب ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس گئے گذرے دور میں جبکہ امریکہ نے اسلام کا محاصرہ کررکھا ہے، حتیٰ کہ کسی مسلم ملک کو بھی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ اپنے ہاں اسلامی نظام نافذ کرسکے، اس کے باوجود اسلام عزیز اپنی عالمگیر سچائیوں کی بدولت جس طرح خود مغرب اور امریکہ میں پیش قدمی کررہا ہے اس کی وجہ سے مسیحی قائدین بجا طور پر باور کررہے ہیں کہ مستقبل قریب میں اسلام کی فتوحات یقینی ہیں۔ ایک اور چیز جس نے یہود و نصاریٰ کی نیند حرام کردی ہے وہ ہیں ملت مسلمہ کی جہادی تحریکات۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے فلسطین، بوسینیا، چیچنیا، کشمیر، افغانستان، فلپائن ہر جگہ مسلمانوں کی ٹریننگ کے لئے جہادی سینٹر کھول رکھے ہیں، جہاں مسلمان طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہیں، جس کی وجہ سے ان کو جدید طریقہ سے جہاد کی عملی تربیت حاصل ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن مجید میں پہلے ہی یہ گارنٹی دے رکھی ہے کہ وان یقاتلوکم یولوکم الادبار (یہ یہود و نصاریٰ و مشرکین اگر تمہارے ساتھ لڑیں گے تو دم دبا کر بھاگیں گے) سورہ توبہ میں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ **قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم ويخزهم وينصركم عليهم و يشف صدور قوم مؤمنين ويذهب غيظ قلوبهم و يتوب الله علىٰ من يشاء** (تم ان سے لڑو اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دے گا، اور ان کو

رسوا کرے گا، اور تمہیں ان پر مدد عطا فرمائے گا، اور اہل ایمان کے قلوب کو شفا بخشے گا، اور ان کے دلوں کا غصہ ختم کرے گا، اور جسے چاہے گا اس پر کرم نوازی کرے گا یعنی اسے اسلام کی توفیق دے گا) سبحان اللہ جہاد اسلامی کے اتنے سارے فوائد! دراصل ان آیات کریمہ میں مسلمانوں کو سپر پاور بنانے کا طریقہ بتایا گیاہے، اسی نظریہ کی تائید رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ **بعثت بین یدی الساعة بالسیف حتی یعبد اللہ وحدہ لا شریک له و جعل رزقی تحت ظل رمحی و جعلت الذلة والصغار من خالف امری ومن تشبه بقوم فهو منهم** یعنی مجھے قیامت سے قبل تلوار دے کر مبعوث کیا گیا، یہاں تک کہ اللہ واحد کی عبادت کی جائے، جس کا کوئی شریک کار نہیں اور میرا رزق میرے نیزے کی انی کے نیچے رکھا گیا۔ اور جو بھی میرے امر (دین اسلام) کی مخالفت کرے گا، ذلت و پستی اس کا مقدر ہے اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ ان میں سے ہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص۲۰۶ ج۱) یہ صرف تھیوری ہی نہیں بلکہ عملاً مسلمانوں نے صدیوں تک جہاد کے ذریعے فسادی قوموں کی سرکوبی اور دنیا پر حکومت کی ہے۔ نیز مستقبل قریب میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ امت مسلمہ کے ساتھ اس کی مقدس کتاب میں مذکور ہے کہ اگرچہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو یہ بات ناگوار ہے مگر اللہ اپنا نور پورا کرکے رہے گا **واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون** (اللہ اپنا نور یعنی غلبۂ اسلام پورا کرکے رہے گا اگرچہ کفار کو ناپسند ہو) اور اللہ کے رسول پاک کا فرمان ہے کہ "**تغزون جزیرة العرب فیفتحها اللہ ثم فارس فیفتحها اللہ ثم تغزون الروم فیفتحها اللہ ثم تغزون الدجال فیفتحه اللہ** (مسلم ج۲ ص۳۹۳ عن نافع بن عتبة) (تم جزیرۃ العرب میں مشرکین کے خلاف لڑوگے، اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد تم ایرانی مجوسیوں سے لڑوگے اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر فتح دے گا۔ اس کے بعد تم عیسائیوں سے لڑوگے اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر بھی فتح دے گا۔ اس کے بعد تم دجال سے لڑوگے اللہ تمہیں اس پر بھی فتح دے گا۔)

تشریح: حدیث کے راوی حضرت نافع بن عتبہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ تبوک سے واپسی کے موقعہ پر راستہ میں یہ بات ارشاد فرمائی۔ تبوک کی جنگ کا پس منظر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ عیسائی حکمران قیصرروم مدینہ کی نوخیز اسلامی ریاست کوختم کرنے کی غرض سے لاکھوں کا لشکر جرار لیے حملہ کرنے والا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام کا لشکر لے کر تبوک کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ جب قیصر کو اطلاع ہوئی تو وہ مقابلہ سے کنی کترا گیا۔ غورفرمایئے کہ کس قدر حیرت انگیز مماثلت ہے اُس زمانہ اور موجودہ زمانہ کی عیسائی اقوام کی اسلام دشمنی میں! اور اللہ اللہ! کیا اس کے بعد بھی حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت کی صداقت میں کسی کو شک ہوسکتا ہے کہ ۱۴ صدیاں بیشتر جس طرح اس نبی امی فداہ ابی و امی نے فرمایا تھا، بعینہٖ اسی طرح عیسائی اقوام اسی علاقہ میں اسلام کا محاصرہ کی ہوئی ہیں۔ یہ حدیث بخاری میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی تناظر میں قدرے مختلف الفاظ میں یوں مروی ہے کہ: **اتیت النبی فی غزوۃ تبوک —وهو فی قبة من ادم— فقال: اعدد ستاً بین یدی الساعة موتی، ثم فتح بیت المقدس ثم موتان یاخذ فیکم کقعاص الغنم، ثم استفاضة المال حتی یعطی الرجل مائة دینار فیظل ساخطاً، ثم فتنة لا یبقی بیت من العرب الا دخلته، ثم هدنة تکون بینکم وبین بنی الاصفر فیغدرون، فیاتونکم تحت ثمانین غایة، تحت کل غایة اثنا عشر الفا۔**" (بخاری ص ۵۲۹ حدیث: ۳۱۷۶) غزوہ تبوک کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کھال کے بنے ہوئے خیمہ میں تشریف فرماتھے۔ آپ کی اجازت سے میں اس میں داخل ہوا۔ اس موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ قیامت کی چھ علامات گن لے: (۱) میرا وصال (۲) فتح بیت المقدس (۳) دو بار تمہارے علاقہ میں زبردست وبائی اموات کا وقوع، گویا کہ بھیڑبکریوں میں بیماری واقع ہوئی ہے (مراد ہے طاعون کی وبا) (۴) مال کی فراوانی، یہاں تک

کہ سائل کو ایک سو دینار دیا جائے گا تو بھی ناراض رہے گا (۵) اہل عرب میں زبردست فتنہ و فسادانگیزی کا واقعہ جس سے عربوں کا ہر گھر متاثر ہوگا (غالباً تاتاریوں کے حملہ کی طرف اشارہ ہے) (۶) تمہارے اور عیسائیوں کے درمیان جنگ کے بعد صلح ہوگی، پھر وہ غداری کریں گے اور تم پر اسی (۸۰) ممالک کی افواج حملہ آور ہوگی ہر ملک کی فوج کی تعداد بارہ (۱۲) ہزار ہوگی یعنی عیسائیوں کی کل تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار(960000) ہوگی۔ مشہور ماہر حدیث حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کی عالمانہ فاضلانہ شرح اس طرح فرماتے ہیں:

حدیث ہذا میں بیان کردہ پانچ علامات گزر چکیں، چھٹی ابھی نہیں گذری۔ ابوداؤد میں یہی حدیث ان الفاظ میں وارد ہے کہ: تمہاری عیسائیوں سے پرامن صلح ہوگی۔ پھر تم اور عیسائی مل کر باہمی دشمن سے لڑوگے تو تم کو فتح حاصل ہوگی۔ پھر تم ایک پہاڑی علاقہ میں اتروگے۔ پھر صلیبیوں میں سے ایک شخص صلیب اٹھائے گا اور کہے گا کہ صلیب کو غلبہ حاصل ہوا۔ تب مسلمانوں میں سے ایک شخص اٹھے گا اور وہ اسے توڑے گا۔ اس وقت عیسائی غداری کریں گے اور جنگ عظیم کی تیاری کریں گے۔ پھر باقی حدیث اسی طرح بیان کی۔ ابن ماجہ میں ابوہریرہ کی حدیث میں ہے کہ جب تمہارے اور عیسائیوں کے مابین عالمی جنگیں شروع ہوں گی تو اللہ تعالیٰ غلاموں میں سے ایک لشکر پیدا کرے گا اور ان کے ذریعے دین کو مدد دے گا۔ ابن ماجہ ہی میں معاذ بن جبل کی روایت میں ہے کہ عالمی جنگ اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال کے واقعات چھ ماہ کے اندر ہوں گے۔ جبکہ عبداللہ بن بسر کی روایت میں ہے کہ عالمی جنگ اور مدینہ(قیصر روم کا دارالحکومت یعنی اٹلی کا موجودہ دارالحکومت روم مراد ہے) کی فتح میں چھ سال کا عرصہ ہے، ساتویں سال دجال نکلے گا۔ ابن المنیر فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کا اتنے بڑے پیمانہ پر اہل اسلام پر لشکرکشی کرنا ہمارے علم کے مطابق ابھی تک واقع نہیں ہوا۔ اس میں خوشخبری بھی ہے انذار و انتباہ بھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے لشکر جرار کے باوجود آخری فتح مسلمانوں کی ہی ہوگی۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اِس وقت مسلمانوں کی افواج کی جو تعداد ہے، آنے والے زمانہ میں اس کی تعداد کئی گنا بڑھ جائے گی۔ نعیم بن حماد کی کتاب الفتن میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوگا - حافظ کا کلام پورا ہوا (فتح الباری ص۲۷۸ ج۶)

عرض کرتا ہے راقم الحروف کہ ابوداؤد کی حدیث یہ ہے: ستصالحون الروم صلحاً آمناً ثم تغزون انتم وهم عدوا (عنقریب تمہاری مغربی و عیسائی ممالک کے ساتھ پرامن صلح ہوگی) اس حدیث میں انتہائی اہم نکات موجود ہیں، چونکہ امت مسلمہ اس وقت اسی دور سے گذر رہی ہے، لہذا وہ وضاحت طلب ہیں: اولاً اس سے مراد کمیونسٹ لادین روس کے خلاف مغرب و مسلم ممالک کی افغانستان میں مشترکہ محاذ آرائی تھی۔ ثانیاً فتنصرون (پھر تم فاتح ہوجاؤگے) حدیث کے الفاظ بتارہے ہیں کہ کمیونسٹ روسیوں کو شکست دراصل مسلمانوں نے دی نہ عیسائیوں نے۔ کیونکہ پوری جنگ مسلمانوں کی سرزمین میں لڑی گئی اور جنگ لڑنے والے بھی سب کے سب مسلمان تھے۔ تیرہ لاکھ فرزندان توحید نے صرف اور صرف اسلام کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا۔ جبکہ امریکیوں اور مغربیوں میں سے تو کسی ایک شخص کی بھی اس جہاد میں نکسیر تک نہیں پھوٹی۔ رابعاً ثم تنزلون مرجا (پھر تم پہاڑی علاقہ میں اتروگے) یعنی عالم عرب کے مجاہدین اور اسامہ مراد ہیں، جو کمیونسٹوں کے خلاف جہاد کے بعد اپنے ملکوں کی طرف پلٹے تو ان پر زمین تنگ کردی گئی۔ لاچار جائے پناہ کی تلاش میں افغانستان لوٹ آئے۔ کیونکہ صلیبیوں اور مسلم مجاہدین میں اسی مسئلہ پر ٹھن گئی کہ کون فاتح ہے اور کون نہیں ہے۔ اس نکتہ سے دونوں کے راستے جدا ہوگئے۔ حکام نے کافروں کا ساتھ دیا اور مسلم مجاہدین کو کافروں کے کہنے پر گرفتار اور قتل کرنا شروع کردیا، نتیجہ یہ ہوا کہ مجاہدین صحراؤں اور

پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ خامسا: فیرفع رجل من اھل الصلیب الصلیب فیقول غلب الصلیب (پھر صلیبیوں میں سے ایک شخص یعنی امریکی صدر صلیب اٹھا کر اعلان کرے گا کہ صلیب غالب ہوا) چنانچہ امریکیوں نے دھاندلی اور ڈھٹائی کرتے ہوئے پروپگنڈا شروع کردیا کہ افغانستان میں کیمونزم کو اسلام نے نہیں، صلیب نے شکست دی ہے، لہٰذا صلیبیوں کا ورلڈ آرڈر ہی دنیا میں جاری ساری ہوگا۔ سادسًا فیغضب رجل من المسلمین فیقوم الیه فیدفعه (پھر اہل اسلام میں سے ایک شخص غضبناک ہوجائے گا، اس صلیب کی طرف بڑھے گا اور اسے توڑ ڈالے گا) صلیب کو توڑنے سے مراد صلیبیوں کا غرور خاک میں ملانا ہے۔ اس سے مراد 11 ستمبر 2001 کے دن پینٹاگون اور ورلڈ سینٹر پر حملہ ہوسکتا ہے، جس کی وجہ سے صلیبیوں کو سخت جھٹکا لگا اور جس کے بارے میں صلیبیوں کا کہنا ہے کہ اس میں مسلمانوں (اسامہ اور القاعدہ) کا ہاتھ ہے۔ سابعًا: فعند ذالک تغدر الروم ویجتمعون للملحمة فیاتونکم تحت ثمانین غایة تحت کل غایة اثنا عشر الفا (پھر اس وقت رومی، صلیبی غداری کریں گے اور عالمی جنگ کی تیاری کریں گے اور تم پر یعنی مسلمانوں پر یا عالم عرب پر اسی ممالک کی افواج چڑھ دوڑیں گی، ہر ملک کی فوج کی تعداد بارہ ہزار ہوگی) (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

قارئین کرام! دستیاب اطلاعات کے مطابق صرف قطر میں امریکہ ایک زبردست فوجی اڈا بنا رہا ہے جو ان سطور کی اشاعت تک مکمل ہوچکا ہو گا جس میں تین لاکھ افواج کا اجتماع بمع سازوسامان ہوگا۔ علاقہ میں صلیبیوں کے دیگر جو فوجی مراکز اور بحری بیڑے ہیں، وہ اس کے علاوہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلیبیوں اور یہودیوں کا مقصد صرف عراق کو ہدف بنانا نہیں ہے، جبکہ افغانستان پر حملہ کرنے سے پہلے ہی وہ اعلان کرچکے ہیں کہ ہماری یہ جنگ صلیب کی خاطر اور اسلام کے خلاف ہے جو لامحدود ہے، آٹھ دس سال تک بھی چل سکتی ہے۔ اس لئے کم از کم علاقے کے ممالک عراق، شام، ایران، سعودی عرب کو چاہئے کہ ایسے اقدامات کریں جن سے امت مسلمہ کا تحفظ یقینی ہو اور یقین کریں کہ کعبہ کا رب جس نے پہلے بھی اس علاقہ میں انہیں "اصحاب فیل" کا کچومر نکال کر رکھ دیا تھا، وہ ان کے ساتھ ہے، بشرطیکہ آپ لوگ آپس کی منافرت و معاندت سے باز آجائیں اور امریکہ و اسرائیل کی کفش برداری سے توبہ تائب ہوجائیں۔ کفار کی کفش برداری ہی نے امت کو یہ دن دکھائے ہیں اور اگر مسلم ممالک کے قائدین اب بھی اس غیراسلامی فعل بد سے باز نہیں آئے تو اس کے نتیجہ میں زبردست ہلاکت اور فتنہ وفساد رونما ہوگا اور کئی ملکوں کا وجود مٹ جائے گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اسرائیل کیوں قائم ہوا؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے "عرب قائدین نے، ترک مسلمانوں یعنی عثمانی خلافت کے مقابلہ میں کافروں یعنی انگریز سامراج کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ حرمین شریفین میں بھی عربوں نے اپنے ترک بھائیوں کو معاف نہیں کیا۔ کافروں نے اس کا صلہ کیا دیا؟ اسرائیل کا تحفہ جو آج تک اسی طرح مسلمانوں کو (حرم قدس میں) قتل کررہا ہے، جس طرح عربوں نے ترکوں کو حرم میں قتل کیا تھا۔ اسے کہتے ہیں جیسے کو تیسا، جیسی کرنی ویسی بھرنی یا عربی ضرب المثال کے مطابق کیف تدین تدان، جیسا تو کرے گا ویسا ہی سلوک تیرے ساتھ کیا جائے گا۔ ایران میں شاہ ایران کا تختہ الٹ دیا گیا اور وہاں انقلاب آیا تو عربوں نے عراق کی قیادت میں کافرامریکہ کے انگیخت پر ایران کا گھیراؤ کیا اور آٹھ دس سال کی جنگ میں لاکھوں ایرانی مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ عربوں کو اس کا نتیجہ کیا ملا؟ آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہی امریکہ اسی عراق کا قیمہ بنانے کے لئے بے قرار ہے جس نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ لاکھوں عراقی مسلمانوں کو وہ پہلی جنگ میں قتل کر چکا ہے مگر ابھی اس کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ افسوس! صد افسوس!! عرب حکمران سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے بالکل عاری ہوگئے ہیں، کفار کی غلامی و محکومی کے وہ بالکل عادی ہوگئے ہیں۔ اب پھر وہ کفار کی سرکردگی میں عراق کو کچلنے کے

لئے جمع ہو رہے ہیں۔ کاش! کوئی ان ارباب بست و کشاد کو سمجھائے کہ خدارا کافروں کا ساتھ مت دو۔ کم از کم آپ اپنی ہی تاریخ سے سبق حاصل کریں۔ آخر آپ یہ سمجھنے کے لئے تیار کیوں نہیں کہ ان صلیبیوں نے جو حشر نشر آپ کے بھائی بندوں کا کیا ہے وہ آپ کا بھی وہی حشر نشر کر کے رہیں گے۔ آخر آپ اپنی ہی بھلائی کے لئے اپنی ہی زبان میں نازل شدہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام کیوں نہیں پڑھتے جس میں صاف صاف اعلان ہے کہ افتتخذونہ و ذریتہ اولیاء وھو لکم عدو بئس للظالمین بدلا (کیا تم شیطان اور اس کی ذریت یعنی کفار و مشرکین کو اپنا دوست بناتے ہو؟ ایسے ظالموں کو بدترین بدلا دیا جائے گا۔) یہی آیت ہے جس کی روشنی میں، میں یہ سوچ کر لرزہ براندام ہو جاتا ہوں کہ جب کفار کا ساتھ دینے کی بنا پر اللہ تعالیٰ بدترین بدلہ بھگتنے کے لئے تیار رہنے کا حکم دیتا ہے تو پھر متوقع کی تباہی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. (جاری ہے)

خمس بخمس ما نقض قوم العهد الا سلط الله عليهم عدوهم، ولا حكموا بغير ما انزل الله الا فشا فيهم الفقر وما ظهرت الفاحشة فيهم الا ظهر فيهم الطاعون وما طففوا الكيل الا منعوا النبات واخذوا بالسنين ولا منعوا الزكوٰة الا حبس الله عنهم المطر. جو قوم اللہ کا عہد توڑے گی، اس پر اس کے دشمن کو مسلط کیا جائے گا۔ اور جو لوگ غیر اللہ کے مطابق فیصلہ کریں گے، ان میں فقر و فاقہ یعنی اقتصادی بدحالی پھیلے گی، جس قوم میں زناکاری علی الاعلان ہوگی اس میں طاعون جیسی بیماریاں پیدا ہوں گی، جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے وہاں زمین میں پیداوار نہیں ہوگی اور ان پر قحط سالی مسلط ہوگی۔ اور جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیں گے ان پر بارش نہیں ہوگی۔
(تفسیر قرطبی ص۲۵۴ ج۲۰)

لا الٰـہ الا اللہ

خودی کا سرِّ نہاں لا الٰـہ الا اللہ
خودی ہے تیغ، فساں لا الٰہ الا اللہ

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰـہ الا اللہ

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود وزیاں! لا الٰـہ الا اللہ

یہ مال ودولتِ دنیا، یہ رشتہ پیوند
بتانِ وہم وگماں! لا الٰـہ الا اللہ

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں، نہ مکاں! لا الٰـہ الا اللہ

یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں، لا الٰـہ الا اللہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں، لا الٰـہ الا اللہ

(شاعر مشرق علامہ اقبال)